اسلام کا نظامِ میراث

مولانا عتیق احمد بستوی

استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

شائع کردہ

دفتر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

76 A/1, Main Market, Okhla Village, Jamia Nagar
New Delhi - 110025, Ph: +91-11-26322991, 26314784
E-mail: aimplboard@gmail.com / www.aimplboard.in

(©جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ)

نام کتاب ——— اسلام کا نظامِ میراث

مؤلف ——— مولانا عتیق احمد بستوی قاسمی

طبع اول ——— اپریل ۱۹۹۹ء

طبع دوم ——— ستمبر ۲۰۰۷ء

طبع سوم ——— مارچ ۲۰۱۳ء

طبع چہارم ——— جون ۲۰۱۷ء

تعداد اشاعت ——— پانچ ہزار

کمپوزنگ ——— مرکزی دفتر بورڈ (فیضان احمد ندوی)

پروف ریڈنگ ——— ڈاکٹر محمد وقار الدین لطیفی

قیمت ——— ۱۵/روپے

ناشر

مرکزی دفتر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ - نئی دہلی

فہرست

۱	اسلام کامل اطاعت کا نام ہے	۵
۲	مال اللہ کی امانت ہے	۶
۳	ترکہ کی تقسیم میں کوتاہیاں	۷
۴	چند اور کوتاہیاں	۸
۵	تقسیم ترکہ کا اسلامی طریقہ	۹
۶	احکامِ میراث قرآن کی روشنی میں	۱۰
۷	اسلامی قانونِ میراث کے چند اہم پہلو	۱۲
۸	اسلام کا قانونِ میراث اور عورتیں	۱۴
۹	میراث پانے والی عورتیں	۱۶
۱۰	میراث میں بیوی کا حصہ	۱۷
۱۱	بیوی کا حصۂ میراث دوسرے مذاہب وقوانین میں	۱۸
۱۲	میراث میں لڑکی کا حصہ	۲۱
۱۳	اسلام سے پہلے لڑکی کا حصۂ میراث	۲۲
۱۴	میراث میں ماں کا حصہ	۲۴
۱۵	ایک اعتراض کا جائزہ	۲۶
۱۶	آخری باتیں	۳۱

پیش لفظ

شریعت اسلامی میں میراث کا نظام بہت اہم ہے اور اسکی تقسیم کا مسئلہ بھی کافی اہمیت رکھتا ہے، قرآن وحدیث میں اس پر تفصیلی ہدایت دی گئی ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں صاف صاف فرمایا ہے کہ کون کون لوگ وارث ہوں گے اور کس کو کتنا حصہ ملے گا اور اللہ نے اس سلسلہ میں یہ بھی ہدایت فرمادی یہ میرے طے کردہ حدود ہیں اور ان حدود سے تجاوز کرنے والوں کے لئے عبرتناک سزا بھی ہے۔

حالیہ دور میں بھی وراثت کی تقسیم کے سلسلہ میں مسلم سماج کے اندر بڑی کوتاہی پائی جاتی ہے اور خاص طور پر لڑکیوں کو وراثت میں حصہ نہ دینے کا رواج زور پکڑتا جارہا ہے، ایسی نازک گھڑی میں ضرورت تھی کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک تحریر تیار کی جائے جو میراث کے بنیادی مسائل کو عوام تک پہونچا سکے، چنانچہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی درخواست پر مولانا عتیق احمد بستوی قاسمی صاحب استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے ''اسلام کا نظام میراث'' کے نام سے ایک جامع اور مفید رسالہ تیار کیا جسکے متعدد ایڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں اور اب اس کا نیا ایڈیشن آپ کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا کی اس علمی کاوش کو قبول فرمائے اور رسالہ سے امت مسلمہ کو بھی فائدہ پہونچے۔ آمین

۲۰ / رجب المرجب ۱۴۳۸ھ	محمد ولی رحمانی
۱۷/ اپریل ۲۰۱۷ء	جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

اسلام کامل اطاعت کا نام ہے

اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے۔ زندگی کے ہر میدان میں انسانیت کی کامل رہنمائی کرتا ہے۔ اہلِ ایمان سے اللہ تعالیٰ کا مطالبہ ہے کہ پورے طور پر اسلام میں داخل ہو جائیں اور زندگی کے ہر میدان میں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ ارشاد باری ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا ادْخُلُوْ فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ اِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ . (بقرہ : ۲۰۸)

اے ایمان والو! اسلام میں پورے طور پر داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقوشِ قدم کی پیروی نہ کرو، بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

ایمان کا لازمی تقاضا ہے کہ انسان اللہ اور رسول کے ہر حکم کے سامنے سر جھکا دے۔ دل و جان سے حکم کی تعمیل میں لگ جائے۔ انسان کا جو قدم راہ شریعت سے باہر پڑا انسان شیطان کے جال میں پھنسا۔

آج ہم مسلمانوں کی حد درجہ افسوسناک صورت حال یہ ہے کہ کلمۂ توحید پڑھنے اور ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود زندگی کے اکثر میدانوں میں سنت اور شریعت کی راہ سے دور ہو چکے ہیں۔ رسم و رواج اور جہالت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ پیارے نبی ﷺ کے بتائے ہوئے راستے سے بھٹک جانے کی وجہ سے آخرت تو برباد ہو ہی رہی ہے دنیا کا امن و سکون بھی رخصت ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم زندگی کے ہر معاملہ میں شریعت کا حکم معلوم کر کے اس پر عمل پیرا ہوں اور راہِ شریعت پر چل کر دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب اور سرخرو ہوں۔

مال اللہ کی امانت ہے

مال کے بارے میں اسلام کا نظریہ ہے کہ مال اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانت ہے، مال کمانے اور اسے خرچ کرنے میں انسان پورے طور پر آزاد نہیں ہے کہ جس طرح چاہے مال کمائے اور جہاں چاہے خرچ کرے۔ قرآن و حدیث میں پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ مال حاصل کرنے اور کمانے کا کون سا طریقہ جائز ہے اور کون ناجائز اور مال کہاں خرچ کیا جائے اور کہاں خرچ نہ کیا جائے۔ قیامت کے روز انسان سے جو حساب ہوگا اس میں یہ بھی پوچھا جائے گا کہ انسان نے مال کیسے کمایا اور کہاں خرچ کیا ہے۔ انتہائی افسوس اور فکرمندی کا مقام ہے کہ اس زمانے میں اکثر مسلمانوں نے مال کمانے اور خرچ کرنے کے مسئلہ کو دین سے خارج سمجھ لیا ہے۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتے کہ ہم نے مال کمانے کا جو ذریعہ اختیار کر رکھا ہے یا اختیار کرنے جا رہے ہیں وہ جائز ہے یا ناجائز۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حرام مال اور حرام کمائی سے کھانا پینا ہوتا ہے۔ پورے پورے خاندان اور کنبہ کی پرورش مال حرام سے ہوتی ہے، ایسی حالت میں نہ نمازیں قبول ہوتی ہیں نہ دعائیں۔

بہت سے لوگ جائز طریقے پر مال کماتے ہیں لیکن مال خرچ کرنے میں اس بات کا خیال نہیں رکھتے کہ کہاں مال خرچ کرنا جائز ہے کہاں ناجائز۔ سوچتے ہیں کہ ہم نے محنت مشقت سے مال کمایا ہے ہم مال کے مالک ہیں، جہاں چاہیں اور جس طرح چاہیں خرچ کریں۔ اسلام اس سوچ کو مسترد کرتا ہے اور مسلمانوں کو پابند بناتا ہے کہ مال کو اللہ کی امانت سمجھ کر اس کی مرضی کے مطابق خرچ کریں۔ فضول خرچی اور اسراف سے بچیں۔ ناجائز کاموں میں مال صرف نہ کرے۔

ترکہ کی تقسیم میں کوتاہیاں

مالی معاملات میں مسلمانوں سے عموماً جو کوتاہیاں اور بے احتیاطیاں ہو رہی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وفات پانے والے مسلمان کے ترکہ (چھوڑے ہوئے مال) کو شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ پر تقسیم نہیں کیا جاتا۔ اسلام کی تعلیم ہے کہ میت کے مال سے اس کی تجہیز و تکفین اور تدفین کرنے کے بعد سب سے پہلے میت کے اوپر دوسروں کے جو مالی مطالبات ہیں ترکہ سے ان کی ادائیگی کی جائے۔ مثلاً مرنے والے شخص نے اپنی زندگی میں کسی سے قرض لیا تھا، اس کی ادائیگی نہیں کر سکا تھا، کسی سے کوئی مال خریدا تھا اس کی قیمت نہیں دے سکا تھا۔ کسی کو ملازم رکھا تھا اور اس کی تنخواہ نہیں دے سکا تھا۔ اس طرح کے جو بھی مالی مطالبات ہوں ان کی پوری ادائیگی اس کے ترکہ سے کی جائے گی۔ حتیٰ کہ اس نے اگر بیوی کا مہر زندگی میں ادا نہیں کیا تو مہر بھی ایک مطالبہ ہے اس کی ادائیگی بھی ترکہ سے کی جائے گی۔

مرنے والے شخص کے ذمہ جو مالی مطالبات ہیں ان کی ادائیگی کرنے میں اگر پورا ترکہ ختم ہو جائے تو ختم ہونے دیا جائے۔ ورثہ کا نمبر اسی وقت آئے گا جب تمام مالی مطالبات ادا کرنے کے بعد کچھ بچے گا۔ بعض مرنے والوں پر مالی مطالبات اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ پورا ترکہ ان کی ادائیگی کے لئے ناکافی ہوتا ہے۔ مثلاً مالی مطالبات کا مجموعہ ایک لاکھ روپے بنتا ہے اور کل ترکہ کی مجموعی قیمت پچاس ہزار ہے، ایسی صورت میں اگر وارثین یا غیر وارثین میں ایک شخص یا کچھ لوگ ثواب کی نیت سے بہ خوشی اس بات کے لئے آمادہ ہیں کہ مالی مطالبات کی ادائیگی میں پورا ترکہ ختم ہو جانے کے بعد جو مالی مطالبات باقی رہ جائیں گے ان کی ادائیگی وہ اپنے مال سے کریں گے تب تو ہر قرض خواہ کو اس کا پورا قرض اور مالی حق مل جائے گا اور اگر کوئی وارث یا غیر

وارث اس کے لئے آمادہ نہیں ہے تو ایسا نہیں کیا جائے گا کہ بعض قرض خواہوں کو ان کا پورا قرض دے دیا جائے اور بعض قرض خواہ مکمل طور پر محروم رہ جائیں بلکہ تمام قرض خواہوں اور ان کے قرضوں یا مالی حقوق کی تفصیل معلوم کرنے کے بعد ان پر ترکہ ان کے قرض کے تناسب سے تقسیم کیا جائے گا، تاکہ انصاف کے ساتھ ہر قرض خواہ کو اس کا کچھ مالی حق وصول ہو جائے اور نقصان میں بھی سب شریک ہوں۔ یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ ترکہ میں مرنے والے کا چھوڑا ہوا ہر مال شامل ہے خواہ وہ نقد روپیوں کی شکل میں ہو یا چاندی سونے کی شکل میں یا زمین، جائداد، مکان، دوکان ہو، قرضوں اور مالی حقوق کی ادائیگی ان سب سے کی جائے گی۔

چند اور کوتاہیاں

ترکہ سے میت کے ذمہ عائد مالی حقوق اور قرضوں کی ادائیگی کے سلسلے میں متعدد کوتاہیاں کی جاتی ہیں۔ بعض مرنے والوں کے ورثہ ترکہ سے مالی حقوق اور قرضوں کی ادائیگی سے صاف انکار کرتے ہیں یا ٹال مٹول کرتے ہیں۔ حالانکہ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ مرنے والے شخص نے فلاں فلاں سے قرضے لئے تھے یا اس پر فلاں فلاں شخص کا مالی حق باقی تھا۔ یاد رکھئے کہ میت پر دوسروں کے قرضے اور مالی حقوق باقی رہتے ہوئے وارثین کا ترکہ ہڑپ کر جانا سخت گناہ اور حرام خوری ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص دوسرے کا مال چرا لے یا غصب کر لے۔

ایک کوتاہی اس وقت ہوتی ہے جب ترکہ کی مجموعی مقدار قرضوں اور مالی حقوق سے کم ہوتی ہے۔ جو قرض خواہ پہلے پہنچ جاتے ہیں وہ اپنا پورا قرض وصول کر لیتے ہیں اور جو قرض خواہ کسی وجہ سے تاخیر سے پہنچتے ہیں ان کا پورا قرض ڈوب جاتا ہے ایک پیسہ بھی وصول نہیں ہوتا۔ ایسا کرنا کھلی ہوئی ناانصافی ہے۔ ہونا یہ چاہئے کہ قرض خواہوں اور مالی حقوق کا دعویٰ کرنے

والوں کی فہرست بنائی جائے۔قرضوں اور مالی دیون کی مجموعی تعداد اگر ترکہ کے اندر ہے تب تو ترکہ قرض خواہوں اور مالی حقوق کا دعویٰ کرنے والوں پر ان کے قرض اور مالی حق کے تناسب سے تقسیم کیا جائے۔

تقسیم ترکہ کا اسلامی طریقہ

بہر حال ترکہ میں پہلا حق یہ ہے کہ اگر مرنے والے کے ذمہ دوسروں کے قرضے یا مالی حقوق ہوں تو پہلے ان کی ادیگی کی جائے۔قرضوں اور مالی حقوق کی ادائیگی کے بعد باقی ماندہ ترکہ کے ایک تہائی میں مرنے والے کی وصیت جاری کی جائے گی،(بشرطیکہ مرنے والے نے کسی کے لئے کچھ مال کی وصیت کی ہو۔) ایک تہائی مال سے زیادہ میں وصیت جاری نہیں کی جائے گی،سوائے اس کے کہ تمام وارثین عاقل و بالغ ہوں اور سب کے سب بہ خوشی ترکہ میں میت کی پوری وصیت جاری کرنا چاہیں خواہ اس میں تہائی سے زائد مال صرف ہو جائے۔

میت کے ذمہ عائد مالی حقوق کی ادائیگی اور اجراء وصیت کے بعد باقی ماندہ ترکہ وارثین میں تقسیم کیا جائے گا،میراث کے بارے میں اسلام کا قانون بڑا جامع اور منصفانہ ہے۔میراث کے تقسیم کے مسئلہ کو اسلام نے نہ تو مرنے والے کی صوابدید پر چھوڑا ہے کہ مرنے سے پہلے وہ طے کر جائے کہ میرے مرنے کے بعد میرے ترکہ میں سے کس عزیز و قریب کو کتنا دیا جائے اور نہ ہی تقسیم میراث حاکم وقت یا ورثہ کی صوابدید پر چھوڑی گئی ہے بلکہ خود خدائے لطیف و خبیر نے قرآن کریم میں بڑی وضاحت اور تفصیل سے میراث کے مسائل بیان کر دئے ہیں۔ان مسائل کی مزید تفصیل رسول اللہ ﷺ کے فرامین میں آ گئی ہے۔کون رشتہ دار وارث بنے گا کون نہیں، کس کو کس حال میں کتنا حصہ ملے گا ان سب باتوں کی وضاحت سنت میں کر دی گئی ہے۔

احکامِ میراث قرآن کی روشنی میں

احکام میراث کے بارے میں سورۂ نساء کی تین آیتیں بہت بنیادی حیثیت رکھتی ہیں،ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسائلِ میراث کو کتنی اہمیت دی ہے اور کس تفصیل سے ان کی جزئیات اور تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔

يوصيكم الله في اولادكم للذكر مثل حظ الانثيين فان كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا ما ترك و ان كانت واحدة فلها النصف ولا بويه لكل واحد منهما السدس مما ترك ان كان له ولد فان لم يكن له ولد و ورثه ابواه فلامه الثلث فان كان له اخوة فلامه السدس من بعد وصية يوصي بها او دين آباء كم و ابناء كم لا تدرون ايهم اقرب لكم نفعا فريضة من الله ان الله كان عليما حكيما.

ولكم نصف ما ترك ازواجكم ان لم يكن له ولد فان كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن من بعد وصية يوصين بها او دين ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن لكم ولد فان كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها او دين و ان كان رجل يورث كلالة او امرأة وله اخ او اخت فكل واحد منهما السدس فان كانوا اكثر من ذلك فهم شركاء في الثلث من بعد وصية يوصى بها او دين غير مضار وصية من الله والله عليم حليم . (النساء : ١٢-١١)

خدا تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو

لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہے اور اگر اولادِ میت صرف لڑکیاں ہی ہوں (یعنی دو یا دو سے زیادہ) تو کل ترکہ میں ان کا دو ۲ تہائی اور اگر صرف ایک لڑکی ہو تو اس کا حصّہ نصف، اور میت کے ماں باپ کا یعنی دونوں میں سے ہر ایک کا ترکے میں چھٹا حصّہ، بشرطیکہ میت کے اولاد ہو اور اگر اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو ایک تہائی ماں کا حصہ، اور اگر میت کے بھائی بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ (اور تقسیم ترکہ میت کی) وصیت (کی تعمیل) کے بعد جو اس نے کی ہو یا قرض کے (ادا ہونے کے بعد جس اس کے ذمہ ہو عمل میں آئے گی) تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ دادا اور بیٹوں پوتوں میں سے فائدے کے لحاظ سے کون تم سے زیادہ قریب ہے۔ یہ حصے خدا کے مقرر کئے ہوئے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اور جو مال تمہاری عورتیں چھوڑ مریں مگر ان کے اولاد نہ ہو تو اس میں نصف حصہ تمہارا۔ اور اگر اولاد ہو تو ترکے میں تمہارا حصہ چوتھائی (لیکن یہ تقسیم) وصیت (کی تعمیل) کے بعد، جو انہوں نے کی ہو یا قرض کے (ادا ہونے کے بعد جو ان کے ذمہ ہو کی جائے گی) اور جو مال تم (مرد) اور چھوڑ مرو، اگر تمہارے اولاد نہ ہو تو ان کا آٹھواں حصہ، (حصے) تمہاری وصیت (کی تعمیل کے بعد جو تم نے کی ہو اور (ادائے) قرض کے (بعد تقسیم کئے جائیں گے) اور اگر ایسے مرد یا عورت کی میراث ہو جس کے نہ باپ ہو نہ بیٹا مگر اس کے بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے

(یہ حصے بھی ادائے وصیت اور قرض کے بعد) بشرطیکہ ان سے میت نے کسی کا نقصان نہ کیا ہو (تقسیم کئے جائیں گے) یہ خدا کا فرمان ہے اور خدا نہایت رحم والا (اور) نہایت علم والا ہے۔

یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ اِن امرء ھلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلھا نصف ما ترک وھو یرثھا ان لم یکن لھا ولد فان کانتا اثنتین فلھما الثلثان مما ترک وان کانوا اخوۃ رجالا و نساء فللذکر مثل حظ الانثیین یبین اللہ لکم ان تضلوا و اللہ بکل شیئ علیم . (النساء : ۱۷۶)

(اے پیغمبر) لوگ تم سے کلالہ کے بارے میں حکم خدا دریافت کرتے ہیں کہہ دو کہ خدا کلالہ کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے اگر کوئی ایسا مرد مر جائے جس کی اولاد نہ ہو (اور نہ ماں باپ) اور اس کے بہن ہو تو اس کو بھائی کے ترکہ میں سے آدھا حصہ ملے گا، اور اگر بہن مر جائے اور اس کے اولاد نہ ہو تو اس کے تمام مال کا وارث بھائی ہوگا، اور اگر (مرنے والے بھائی کی) دو بہنیں ہوں تو دونوں کو بھائی کے ترکہ میں سے دو تہائی، اور اگر بھائی اور بہن یعنی مرد اور عورت ملے جلے وارث ہوں تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے (یہ احکام) خدا تم سے اس لئے بیان فرماتا ہے کہ بھٹکتے نہ پھرو اور خدا ہر چیز سے واقف ہے۔

اسلامی قانونِ میراث کے چند اہم پہلو

تقسیم میراث کی غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالی نے اس کی تفصیلات اور جزئیات

خود واضح فرمادی ہیں، جیسا کہ اوپر ذکر کردہ آیات سے معلوم ہوا۔اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ میراث کی تقسیم کو اگر بندوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا تو عدل وحکمت کے تقاضوں کا پورا ہونا انتہائی مشکل ہے،اسی لئے مسائل میراث بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسانی ذہن کی نارسائی کو بھی واضح فرمایا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

آباء کم و ابناء کم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا فریضة من اللہ ان اللہ کان علیما حکیما . (النساء : ۱۱)

تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ دادوں اور بیٹوں پوتوں میں سے فائدے کے لحاظ سے کون تم سے زیادہ قریب ہے۔یہ حصے خدا کے مقرر کئے ہوئے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر میراث کے بعض مسائل کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

یبین اللہ لکم ان تضلوا و اللہ بکل شیئ علیم. (النساء:۱۷۶)

(یہ احکام) خدا تم سے اس لئے بیان فرماتا ہے کہ بھٹکتے نہ پھرو،اور خدا ہر چیز سے واقف ہے۔

وحی الٰہی کی رہنمائی کے بغیر جب انسانی دماغ میراث کی تقسیم کرتا ہے تو بھٹکتا پھرتا ہے،کسی ایک رائے پر قرار نہیں ہوتا۔ایک انتہا سے دوسری انتہا کی طرف سفر کرتا رہتا ہے۔مثلاً دور قدیم میں میراث میں عورتوں کو کوئی حصہ نہیں دیا جاتا تھا اور دور جدید کا رجحان یہ ہے کہ عورت کو بالکل مرد کے برابر میراث میں حصہ دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان وکرم ہے کہ اس نے میراث کی تقسیم اپنے ہاتھ میں رکھی۔

صاحب مال کو اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا ورنہ صاحب مال بڑی مصیبت میں گرفتار رہتا۔ ہر رشتہ دار اس پر دباؤ ڈالتا (خصوصاً مرض الموت کے زمانہ میں) کہ اسے سب سے زیادہ حصہ دیا جائے۔مرض الموت کی غیر معمولی تکلیفوں کے ساتھ اسے رشتہ داروں کے غیر معمولی دباؤ کی ذہنی ونفسیاتی کلفت جھیلنی پڑتی۔لالچی اور ناخدا ترس رشتہ دار دھمکی اور ناروا دباؤ کے ذریعہ اپنے لئے پروانۂ میراث حاصل کر لیتے اور اصل حقدار محروم رہ جاتے۔

اسلام کے قانون میراث میں ترکہ پانے والے اعزہ واقرباء کا دائرہ دوسرے قوانین میراث کے مقابلہ میں زیادہ وسیع ہے،اس لئے اگر اسلامی قانون میراث صحیح طور پر جاری کیا جائے تو ارتکاز دولت کا بڑی حد تک سد باب ہوگا ،جس کی وجہ سے سماج غیر معمولی معاشی ناہمواری کا شکار ہو جاتا ہے۔چند مٹھیوں میں دولت سمٹ جاتی ہے اور ارتکاز دولت کی کوکھ سے بے شمار خرابیاں جنم لیتی ہیں۔

اسلام کے قانونِ میراث کی دوسری بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں طاقت ور اور کمزور کا یکساں طور پر خیال رکھا گیا ہے۔میراث میں جواں مردوں کی طرح عورتوں،بچوں اور بوڑھوں کو بھی حصہ دیا گیا ہے بلکہ کمزوروں کے حقوق کو زیادہ ہی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے تاکہ ان کے حقوق ہڑپ نہ لئے جائیں۔دوسرے قوانین میراث میں عورتوں،بچوں کو یا تو میراث سے محروم کر دیا گیا ہے یا ان کی حق تلفی کی گئی ہے۔

اسلام کا قانونِ میراث اور عورتیں

اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں عورتیں حقوق وراثت سے محروم تھیں،عربوں کا تصور یہ تھا کہ میراث میں حصہ دار وہی ہوتا ہے جو گھوڑے کی سواری کر سکے اور میدان کارزار میں قبیلہ کا

دفاع کر سکے۔عورت چونکہ اس صلاحیت سے محروم ہے لہذا اسے میراث نہیں ملنی چاہئے۔خواہ وہ مرنے والے کی لڑکی، بیوی یا ماں ہی ہو، اور تمام اقرباء میں میت کا اس سے رشتہ سب سے نزدیکی ہو۔حضرت سعید بن جبیرؒ اور حضرت قتادہؒ (۱) سے مروی ہے کہ مشرکین صرف بالغ مردوں کو میراث میں حصہ دیتے۔عورتوں اور نابالغ بچوں کو میراث سے محروم رکھتے تھے۔

اسی لئے جب قرآن میں عورتوں، بچوں کو میراث دینے کا حکم نازل ہوا تو بعض اہلِ عرب کو اشکال ہوا اور انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ ایک لڑکی کو باپ کا آدھا ترکہ دیا جائے گا، حالانکہ وہ تو نہ گھوڑے پر سواری کر پاتی ہے نہ جنگ کر پاتی ہے اور بچوں کو میراث دی جائے گی حالانکہ وہ کسی کام نہیں آتے۔ (۲)

اسلام نے اس نظریہ پر کاری ضرب لگائی کہ میراث کے مستحق وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو جنگ اور مدافعت کر سکتے ہوں۔قرآن نے پوری صراحت اور قوت سے میراث میں عورتوں اور بچوں کا حق متعین فرمایا۔اس سلسلہ کی اصولی اور اجمالی بات اس آیت میں بیان کی گئی:

للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منه او کثر نصیباً مفروضا.

(نساء : ۷)

جو مال ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ کر مریں تھوڑا ہو یا بہت، اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی۔ یہ حصے (خدا کے) مقرر کئے ہوئے ہیں۔

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ۱/۴۹۴، سورہ نساء آیت ۷

(۲) // // // // آیت ۱۱

میراث پانے والی عورتیں

علماء میراث نے میراث میں حصہ پانے والے اعزہ و اقرباء کی چند قسمیں کی ہیں، مثلاً اصحاب فرائض، عصبہ، ذوی الارحام۔ان سب کی تفصیل بہت فرصت اور فراغت چاہتی ہے، اس لئے ہم یہاں صرف اصحاب فرائض کا تعارف کرانے اور ان میں شامل عورتوں کے حصوں کی تفصیل بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

اصحابِ فرائض سے مراد مرنے والے شخص (خواہ مرد ہو یا عورت) کے وہ اعزہ و اقربہ جن کا حصہ ترکہ میں سے اس طور پر متعین ہے کہ انہیں ترکہ کا آدھا حصہ یا تہائی حصہ یا چوتھائی حصہ یا دو تہائی حصہ یا چھٹا حصہ یا آٹھواں حصہ ملے گا۔ان کے حصہ کی تعیین خواہ قرآن سے ہو یا سنت سے یا اجماع سے، اصحاب فرائض میں چار مرد ہیں اور آٹھ عورتیں ہیں۔آٹھ قسم کی عورتیں یہ ہیں:

(۱) بیوی (۲) لڑکی (۳) پوتی، پر پوتی وغیرہ (۴) حقیقی بہن (۵) باپ شریک بہن (۶) ماں شریک بہن (۷) ماں (۸) دادی، نانی وغیرہ (جدہ صحیحہ)۔

ان میں سے تین قسم کی عورتیں وہ ہیں جنہیں میراث میں حصہ ضرور ملتا ہے خواہ اس کی مقدار حالات کے اعتبار سے گھٹتی بڑھتی رہے اور باقی پانچ قسم کی عورتیں بعض حالات میں میراث میں حصہ پاتی ہیں اور بعض حالات میں محروم ہو جاتی ہیں، ہمیشہ میراث پانے والی عورتیں یہ ہیں:

(۱) بیوی (۲) لڑکی (۳) ماں

پہلے ان تینوں کے حالات اور حقوق کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

میراث میں بیوی کا حصہ

اگر شوہر مال چھوڑ کر مرا ہے تو اس کے ترکہ میں بیوی کو حصہ ملنا ضروری ہے، یہ حصہ بعض حالات میں چوتھائی ہوتا ہے، بعض حالات میں آٹھواں۔ اگر شوہر کے کوئی اولاد نہیں ہے، نہ لڑکا نہ لڑکی، نہ اس بیوی سے نہ کسی دوسری بیوی سے اسی طرح اس کے لڑکوں، پوتوں وغیرہ کی بھی کوئی اولاد نہیں ہے، تو میت کے دین کی ادائیگی اور تہائی مال میں اس کی وصیت جاری کرنے کے بعد باقی ماندہ ترکہ کا چوتھائی بیوی کا حق ہے اور اگر مذکورہ بالا لوگوں میں سے کوئی موجود ہے تو بیوی کا حصہ چوتھائی کے بجائے آٹھواں ہوجاتا ہے۔ بیوی کے حصہ کی یہ تفصیل خود قرآن پاک میں موجود ہے:

ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیة توصون بھا او دین. (نساء : ۱۲)

اور اگر تمہارے اولاد نہ ہو تو تمہاری عورتوں کا اس میں چوتھائی حصہ ہے اور اگر اولاد ہو تو ان کا آٹھواں حصہ۔ (یہ حصے تمہاری وصیت کی تکمیل کے بعد) جو تم نے کی ہو اور (ادائے) قرض کے بعد (تقسیم کئے جائیں گے۔)

اسلام نے بیویوں کو ان کا حق دلوانے اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے میں جس باریک بینی اور دقیقہ سنجی سے کام لیا ہے اس کا اندازہ ایک مثال سے لگایا جاسکتا ہے۔

شوہر مرض الموت میں گرفتار ہے۔ اس کی صحت یابی اور زندگی سے خود اسے اور دوسروں کو مایوسی ہوچکی ہے ایسی حالت میں اگر وہ اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو اس کا یہ اقدام بدنیتی پر محمول کیا جائے گا۔ اس حالت میں طلاق دینے کی کوئی معقول بنیاد نظر نہیں آتی، ہو نہ ہو شوہر بیوی کو حق میراث سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ وہ ناخدا ترس سوچ رہا ہے کہ دوسرے خاندان اور دوسرے

نسب و خون کی یہ عورت میری محنت اور کمائی کا اچھا خاصہ حصہ کیوں لے اڑے، لاؤ طلاق دے کر اس کا رشتۂ نکاح ختم کردوں تاکہ میراث سے محروم ہوجائے اور پورا ترکہ میرے بچوں اور اہل خاندان کے قبضہ میں آجائے، فقہاء اس طلاق کو "طلاق فار" کہتے ہیں، یعنی بھاگنے والے کی طلاق کیوں کہ شوہر بیوی کی میراث سے بھاگنے کے لئے یہ طلاق دے رہا ہے۔

مرض الموت میں گرفتار شخص نے طلاق بائن دے کر رشتۂ نکاح ختم تو کرلیا لیکن اس نے چوں کہ بظاہر کسی معقول سبب کے بغیر بیوی کا حق میراث مارنے کے لئے یہ اقدام کیا ہے اس لئے شریعت اس عورت کی دادرسی کے لئے کھڑی ہوجاتی ہے اور نکاح ختم ہونے کے باوجود اسے میراث دلواتی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر مطلقہ بیوی کی عدت کے دوران شوہر کا انتقال ہوا تو مطلقہ بیوی میراث پائے گی۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر مطلقہ عورت کی عدت گزرنے کے بعد شوہر کا انتقال ہوا تو بھی وہ میراث کی مستحق ہوگی بشرطیکہ اس نے نیا نکاح نہ کرلیا ہو، اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس نے عدت گزرنے کے بعد کہیں دوسری جگہ شادی کرلی، اس کے بعد اسی مرض میں پہلے شوہر کا انتقال ہوا تو بھی اسے پہلے شوہر کے ترکہ میں حصہ ملے گا۔ (۱)

بیوی کا حصۂ میراث دوسرے مذاہب وقوانین میں

میراث کے سلسلہ میں بیویوں پر اسلام کا احسان اس وقت زیادہ نمایاں ہوجاتا ہے جب ہم دوسرے قوانین میراث میں بیویوں کے حقوق میراث کا مطالعہ کرتے ہیں۔

اسلام سے پہلے عموماً عورت کو ملکیت اور میراث کے حقوق حاصل نہیں تھے اور اگر حاصل تھے تو سوسائٹی میں ان حقوق کا احترام نہیں تھا۔ شادی سے پہلے عورت باپ کی ملکیت تصور کی جاتی

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہدایہ کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، المفصل فی احکام المرأة ۷/۲۷۰-۲۷۱، احکام الترکات والمواریث لأبی زھرہ/ ۱۲۷ تا ۱۲۹

تھی۔اس کی محنت اور کمائی باپ کی جیب میں جاتی تھی۔باپ جس طرح اسے چاہتا اسے رکھتا۔جہاں چاہتا اس کی شادی کرتا خواہ عورت اس رشتہ پر راضی ہوتی یا ناراض۔شوہر کے گھر آنے کے بعد وہ اور اس کی ساری ملکیت شوہر کے رحم وکرم پر ہوتی۔شوہر کے گھر میں اس کی حیثیت لونڈی اور نوکرانی سے زیادہ نہ ہوتی۔شوہر کی وفات کے بعد وہ کٹی پتنگ کی طرح ہوتی۔نہ میکہ میں اس کا کوئی حق تھا نہ سسرال میں۔مرنے والے شوہر کی املاک کی طرح وہ بھی میراث کا ایک حصہ سمجھی جاتی۔شوہر کے ورثاء اسے جس طرح چاہتے رکھتے،کبھی خود اس کا سوتیلا لڑکا اس سے نکاح کرلیتا،کبھی شوہر کے ورثاء اپنی مرضی سے اس کا نکاح کرنے اور کبھی اسے نکاح نہ کرنے دیتے اور رفیق حیات کے سہارے کے بغیر شوہر کے گھر میں لونڈی اور نوکرانی کی طرح اسے زندگی گزارنی پڑتی۔

اسلامی تعلیمات کے فیض سے عورتوں کی قدر ومنزلت میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔انہیں ہر طرح کے حقوق ملکیت ومیراث حاصل ہوئے اور ان کے حقوق کا حد درجہ احترام پیدا ہوا۔ماں کی حیثیت سے عورت گھر کی ملکہ بن گئی۔قرآن وحدیث میں ماں کی عزت واحترام،اس کے ساتھ حسن سلوک اور نرم گفتاری کی اتنی سخت ہدایات اور تاکید ہیں کہ ایک سچا مسلمان ماں کے حقوق کو پامال کرنے اور اس کے ساتھ بدسلوکی کا خیال بھی دل میں نہیں لاسکتا۔

والدین کی الفت ومحبت کے گھنیرے سائے میں پرورش پانے اور جوان ہونے کے بعد مسلمان لڑکی نکاح کے بعد شوہر کے حرم میں قدم رکھتی ہے تو بھی اس کا مستقل وجود قائم رہتا ہے۔اور اس کے مالکانہ حقوق محفوظ رہتے ہیں۔میکے سے وہ جو کچھ لے کر آتی اور سسرال میں اسے جو کچھ تحفے تحائف ملے سب اس کی ملکیت ہیں۔اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر اس کی

املاک میں کوئی تصرف نہیں کیا جاسکتا۔شادی شدہ عورت خواہ کتنی صاحب ثروت اور مال دار ہو اس کا اور اس کے بچوں کے کھانا خرچہ شوہر کی ذمہ داری ہے۔شوہر ہی ان کی رہائش،خوراک، پوشاک اور دیگر ضروریات کا بندوبست کرے گا۔عورتوں کے حق میں ایک بڑی رحمت اسلام کے قوانین میراث ہیں۔اسلام سے پہلے عربوں میں عورتوں کو میراث میں حصہ دینے کا رواج نہیں تھا،بلکہ عورتیں خود ترکہ کا ایک حصہ قرار پاتی تھیں۔اسلام نے بڑی فراخ دلی اور انصاف پسندی کے ساتھ میراث میں عورتوں کا حصہ مقرر کیا اور میراث کے تفصیلی احکام کو قرآن میں شامل کیا تاکہ ان میں کوئی کتربیونت قیامت تک نہ کی جاسکے۔

منصف مزاج مغربی محققین کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ اسلام کا قانون میراث سب سے زیادہ عادلانہ اور عورتوں کے لئے سب سے زیادہ مفید ہے۔تمدن عرب کا مصنف ڈاکٹر گستاؤلیبان لکھتا ہے:

''احکام وراثت قرآن میں نہایت ہی منصفانہ ہیں اور ان آیات سے جن کو میں نقل کرتا ہوں ناظرین اپنی رائے قائم کرسکیں گے.......میں نے جو مقابلہ ان آیات کا فرانسیسی اور انگریزی قانون وراثت سے حاشیہ پر کیا ہے اس سے معلوم ہوگا کہ بیاہی ہوئی عورتیں جن کی نسبت یہ خیال ہے کہ ان کے ساتھ مسلمان بہت بری طرح سلوک کرتے ہیں، بہ مقابلہ ہمارے قانون کے قانونِ اسلام کی رو سے بہت زیادہ حقوق وراثت رکھتی ہیں۔(۱)

یہودی مذہب میں شوہر بیوی کا وارث ہوتا ہے لیکن بیوی شوہر کی وارث نہیں ہوتی،اسے

---

(۱) تمدن عرب ر۳۵۷،شائع کردہ اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ ۱۹۰۵ء

شوہر کے ترکہ میں کچھ بھی حصہ نہیں ملتا۔(۱)

زمانہ جاہلیت میں تمام عورتیں خواہ بیویاں ہوں یا بیٹیاں یا مائیں کلیتہً میراث سے محروم تھیں۔(۲)

رومن لا میں بھی بیوی میراث سے محروم کردی گئی تھی، شوہر کے چھوڑے ہوئے مال اور جائداد میں سے اسے کچھ نہیں ملتا تھا۔(۳)

میراث میں لڑکی کا حصہ

ماں اور باپ سے لڑکے اور لڑکی کا رشتہ یکساں نوعیت کا ہے اس لئے یہ انصاف کی بات نہیں ہے کہ لڑکا تو ماں باپ کی میراث پائے اور لڑکی کو عورت ہونے کے جرم میں کلیۃً میراث سے محروم کردیا جائے۔ اسلامی تعلیمات اور قوانین کے اعتبار سے لڑکی شادی ہونے کے بعد اپنے ماں، باپ اور دوسرے اعزہ سے کٹ نہیں جاتی۔ نکاح اور رخصتی کے بعد بھی اپنے والدین، بھائیوں اور خاندان سے اس کا ربط اور رشتہ پہلے کی طرح قائم رہتا ہے لہذا اس کی ماں یا باپ کا انتقال خواہ لڑکی کے نکاح اور رخصتی سے پہلے ہوا ہو یا اس کے بعد دونوں صورتوں میں لڑکی اپنے ماں، باپ کے چھوڑے ہوئے مال میں حصہ پانے کی مستحق ہے۔

لڑکیوں کی میراث کا ذکر قرآن مجید میں صراحۃً مذکور ہے۔

---

(۱)الترکۃ والمیراث فی الاسلام ڈاکٹر یوسف موسیٰ ۱/۴۱

(۲)تفسیر ابن کثیر ۱/۴۹۷، مکتبہ طیبہ مدینہ منورہ

(۳)الترکۃ والمیراث فی الاسلام ڈاکٹر یوسف موسیٰ ۵۴/

يوصيكم الله في اولادكم للذكر مثل حظ الانثيين فان كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا ما ترك وان كانت واحدة فلها النصف. (نساء: ۱۱)

خدا تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے اور اگر اولاد میت صرف لڑکیاں ہی ہوں (یعنی دو یا دو سے زیادہ تو کل ترکے میں ان کا دو تہائی، اور اگر صرف ایک لڑکی ہو تو اس کا حصہ نصف۔

اس آیت سے میراث کے اعتبار سے لڑکی کی تین حالتیں معلوم ہوتی ہیں:

(۱) اگر لڑکیوں کے ساتھ لڑکے بھی ہوں (خواہ لڑکے لڑکیاں ایک ایک ہوں یا ایک سے زائد) تو اس صورت میں لڑکی عصبہ ہو جاتی ہے، اسے ترکہ میں متعین حصہ نہیں ملتا، بلکہ دوسرے اصحاب فرائض (اگر ہوں) مثلاً میت کے والدین یا شوہر یا بیوی کو دینے کے بعد جو ترکہ بچے گا اسے لڑکے لڑکیوں میں اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ لڑکوں کو دوہرا حصہ ملے گا اور لڑکیوں کو اکہرا۔

(۲) اگر میت کے لڑکے نہیں ہیں، صرف لڑکیاں ہیں تو اگر صرف ایک لڑکی ہو تو اسے کل ترکہ کا آدھا ملے گا۔

(۳) اور اگر لڑکیاں دو یا دو سے زائد ہیں تو انہیں دو تہائی ترکہ ملے گا۔

اسلام سے پہلے لڑکی کا حصۂ میراث

خود رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں یہ واقعہ پیش آیا کہ غزوۂ احد میں ایک صحابی شہید ہوئے۔ ان کے پسماندگان میں بیوی، دو بچیاں اور ایک بھائی تھے۔ بھائی نے تنہا پورے ترکہ پر قبضہ کرلیا اور بیوی بچوں کو محروم کردیا۔ ان شہید صحابی کی بیوی یہ مسئلہ لے کر حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں۔

حضور اکرم ﷺ نے دوتہائی ترکہ لڑکیوں کو دلوایا، آٹھواں حصہ بیوی کو اور باقی ماندہ بھائی کو دیا۔

حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ ایک خاتون اپنی دو لڑکیوں کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یہ ثابت بن قیس کی دونوں لڑکیاں ہیں جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے، ان بچیوں کے چچا نے ان دونوں کا مال اور میراث سب لے لیا، ان کے لئے کچھ نہیں چھوڑا۔ یا رسول اللہ ﷺ خدا کی قسم بلا مال کے ان کا نکاح کبھی بھی نہیں ہوسکتا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی اس معاملہ میں فیصلہ فرمائے گا، اس کے بعد سورہ نساء کی آیت (یوصیکم اللہ فی اولادکم) نازل ہوئی تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اس عورت کو اور لڑکیوں کے چچا کو بلاؤ۔ لڑکیوں کے چچا سے فرمایا: دونوں لڑکیوں کو دو تہائی ترکہ دے دو، آٹھواں حصہ ان کی ماں کو دے دو، باقی ماندہ تمہارا ہے۔(۱)

اسلام سے پہلے اہل عرب میں لڑکیاں بھی میراث سے محروم تھیں، کیوں کہ دور جاہلیت کے عرف و عادت کے تحت میراث کا استحقاق صرف مردوں کو تھا وہ بھی بالغ اور قابل جنگ مردوں کو، طبقۂ نسواں کلیۃً میراث کے حق سے محروم تھا۔(۲)

یہودیوں کے قانون میراث میں باپ کے ترکے کا استحقاق صرف لڑکوں کو تھا لڑکیاں اس میں حصہ دار نہیں ہوتی تھیں۔ ہاں لڑکی اگر چھوٹی ہے تو شادی ہونے تک یا بالغ ہونے تک اسے باپ کے ترکہ میں سے اپنا خرچ لینے کا حق تھا۔ اگر ماں کا انتقال ہوا تو اگر کوئی لڑکا ہے تو وہی میراث کا حقدار ہوتا تھا، ہاں اگر لڑکا نہ ہو تو لڑکی میراث پاتی تھی۔(۳)

(۱) سنن ابی داؤد

(۲) الترکۃ والمیراث فی الاسلام، ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ/۱۴، ۱۵

(۳) حوالہ بالا/۴۱، ۴۲

رومن لا میں لڑکے اور لڑکی میراث میں برابر کے حصہ دار ہیں۔ دونوں کے حصے برابر ہیں۔ یورپ کے قوانین میراث میں بھی لڑکے اور لڑکی کو برابر قرار دیا گیا ہے۔(۱)

میراث میں ماں کا حصہ

اسلام نے ماں کا مرتبہ سب سے زیادہ بلند کیا اور اسے سب سے زیادہ باعزت مقام دیا۔ اسلام سے پہلے دوسرے مذاہب اور قوانین میں ماں حق میراث سے محروم تھی، قرآن کریم نے اس کا حق بڑی وضاحت سے بیان فرمایا:

ولابویه لکل واحد منهما السدس مما ترک ان کان له ولد فان لم یکن له ولد و ورثه ابواه فلامه الثلث فان کان له اخوة فلأمه السدس من بعد وصية يوصى بها أو دين. (نساء: ۱۱)

اور مورث کے والدین یعنی ان میں سے ہر ایک کے لئے اس (مال) کا چھٹا حصہ ہے جو وہ چھوڑ گیا ہے بشرطیکہ مورث کے کوئی اولاد ہو۔ اور اگر مورث کے کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے والدین ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کا ایک تہائی ہے۔ لیکن اگر مورث کے بھائی (بہن) ہوں تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے وصیت کے نکلنے کے بعد کہ مورث اس کی وصیت کر جائے یا ادائے قرض کے بعد۔

میراث میں حصہ کے اعتبار سے ماں کی تین حالتیں ہیں:

(۱) اگر میت نے لڑکا لڑکی یا پوتا پوتی بھی چھوڑا ہے تو ماں کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا، اسی

(۱) ایضا/۶۰، ۶۱

طرح اگر میت نے دو یا دو سے زیادہ بھائی بہن چھوڑے تو بھی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔

(۲) اگر اوپر ذکر شدہ صورت نہ ہو، میت نے نہ لڑکا، لڑکی، پوتا، پوتی چھوڑا ہو، نہ دو بھائی بہن تو ماں کو پورے ترکہ کا ایک تہائی ملے گا۔

(۳) اگر میت کے ورثہ میں سے صرف ماں باپ ہوں اور شوہر یا بیوی تو شوہر یا بیوی کا حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ مال کا ایک تہائی ماں کو ملے گا۔ تیسری حالت کا جو حکم اوپر لکھا ہے وہ جمہور امت کا مسلک ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک تیسری حالت میں بھی ماں کو پورے ترکہ کا تہائی ملے گا۔ اور امام ابن سیرین کے نزدیک اگر ماں، باپ کے ساتھ شوہر ہے تو شوہر کا حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ ترکہ کا ایک تہائی ماں کو ملے گا۔ اور اگر ماں باپ کے ساتھ بیوی ہے تو پورے مال کا تہائی ماں کو ملے گا۔ (۱)

اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عورتیں میراث نہیں پاتی تھیں، لہذا ان کے یہاں ماں کے میراث پانے کا بھی سوال نہیں تھا۔ (۲)

یہودی قانون میراث میں ماں کلیۃً میراث سے محروم تھی، نہ اپنے لڑکے کی میراث پاتی تھی نہ لڑکی کی۔ میت اگر لاولد ہے تو بھی ماں کو میراث نہیں ملتی تھی بلکہ پوری میراث باپ یا دادا، پردادا کو ملتی تھی، ماں بہر صورت میراث سے محروم رہتی تھی۔ (۳)

اہل روما کے قانون میں میت کے فروع (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی وغیرہ) کی موجودگی میں ماں باپ کو میراث میں حصہ نہیں ملتا تھا، ہاں اگر میت کی فروع میں سے کوئی موجود نہ ہو تو ماں باپ وغیرہ کو میراث میں حصہ ملتا تھا۔ (۴)

---

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ڈاکٹر عبدالکریم زیدان کی کتاب المفصّل فی احکام المرأۃ ۱۱/۳/۲۷ تا ۲۷، نیز شیخ زہرہ کی کتاب احکام الترکات والمواریث ۱۴۹ تا ۱۵۳۔

(۲) الترکۃ والمیراث فی الاسلام/۱۳، ۱۴۔ (۳) ایضاً ۴۲۔ (۴) ایضاً ۶۱۔

ایک اعتراض کا جائزہ

اسلام کے نظام میراث پر ایک بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس نے میراث میں عورتوں کا حصہ مردوں کے مقابلہ میں آدھا رکھا ہے، مثلاً لڑکے لڑکیوں اور بھائی بہنوں میں لڑکوں اور بھائیوں کا حصہ لڑکیوں اور بہنوں کے مقابلہ میں دوگنا رکھا گیا ہے۔ اسی طرح شوہر کا حصہ بیوی کے مقابلہ میں دوہرا رکھا گیا ہے۔ معترضین کے خیال میں اسلامی قانون میراث کے اس حکم پر عورت کے بارے میں ان قدیم تصورات کی چھاپ محسوس ہوتی ہے جن میں عورتوں کو مردوں سے کم تر درجہ کی مخلوق قرار دیا گیا تھا۔

اسلام کے قانون میراث پر یہ اعتراض پورے قانون میراث سے ناواقفیت اور اسلام میں مرد و عورت پر عائد ہونے والی مالی ذمہ داریوں پر نظر نہ رکھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ بات درست نہیں ہے کہ اسلام ورثہ میں ایک ہی سطح کے مردوں اور عورتوں میں مردوں کو ہمیشہ عورتوں کا دوہرا حصہ دیتا ہے۔ اسلام کے قانون میراث پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ مساوی درجہ کے مردوں اور عورتوں کی میراث کی مختلف صورتیں اور احکام ہیں۔

۱۔ کبھی مساوی درجہ کے مردوں، عورتوں کو میراث میں برابر حصہ ملتا ہے، مردوں کو عورتوں کا دوگنا نہیں ملتا۔ مثلاً ماں شریک (اخیافی) بھائی یا بہن اگر تنہا ہے یعنی صرف ایک ماں شریک بھائی ہے یا تنہا ایک ماں شریک بہن ہے تو اسے میراث کا چھٹا حصہ ملے گا، اور ایک سے زائد ماں شریک بھائی بہنیں ہیں تو یہ لوگ ایک تہائی میراث کے مستحق ہوں گے

اور یہ ایک تہائی میراث ان بھائی بہنوں میں برابر برابر تقسیم کی جائے گی ۔ بھائیوں کو بہنوں کا دوگنا نہیں دیا جائے گا۔ ماں شریک بھائی بہنوں کی اس میراث کا ذکر سورہ نساء کی آیت ۱۲ کے آخر میں ان الفاظ میں ہے:

وان کان رجل یؤرث کلالۃ او امرأۃ و لہ اخ او اخت فلکل واحد منہما السدس فان کانوا اکثر من ذلک فہم شرکاء فی الثلث. (نساء : ۱۲)

اگر ایسے مرد یا عورت کی میراث ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں نہ اولاد مگر اس کے بھائی یا بہن ہوں تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے۔

۲۔ بعض مساوی درجہ کے مرد اور عورت بعض حالات میں میراث میں برابر حصہ پاتے ہیں اور بعض حالات میں مرد کو عورت کے مقابلہ میں زیادہ حصہ ملتا ہے، مثلاً ماں، باپ اگر مرنے والے نے صرف نرینہ اولاد چھوڑی ہے یا لڑکے لڑکیاں دونوں چھوڑے ہیں تو اس کے ماں باپ کو برابر حصہ ملتا ہے، یعنی ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملتا ہے اور اگر میت نے صرف لڑکیاں چھوڑی ہیں تو بھی ماں، باپ کو چھٹا حصہ ملے گا، اور اصحاب فرائض کو ان کا حصہ دینے کے بعد اگر کچھ بچ جاتا ہے تو وہ بھی باپ کو ملے گا۔ غرضیکہ ماں باپ کا حصہ کبھی برابر ہوتا ہے اور کبھی باپ کا حصہ ماں سے زیادہ ہوتا ہے۔

۳۔ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ یکساں درجہ کے مرد اور عورت وارثین میں مرد کا حصہ عورت کے مقابلہ میں دوہرا ہو جاتا ہے۔ مثلاً بیٹے، بیٹیاں، حقیقی اور باپ شریک بھائی بہن۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ''للذکر مثل حظ الانثیین'' (ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے) اسلامی قانون میراث کا ایک اصول و قاعدہ ہے جو اکثر حالات میں جاری ہوتا ہے، یہ قاعدہ فقہاء اور مجتہدین کا مقرر کیا ہوا نہیں ہے بلکہ یہ اس خدائے علیم و حکیم کا مقرر کیا ہوا ہے جو مردوں، عورتوں کا خالق ہے، دونوں کی طبیعت و مزاج اور دونوں کی خصوصیتوں اور صلاحیتوں سے بخوبی آگاہ ہے۔ سورۂ نساء کی آیت ۱۱/ اور آیت ۱۷۶/ میں صراحۃً مذکورہ بالا الفاظ میں اس قاعدے کا ذکر ہے۔

اکثر حالات میں میراث میں مردوں کو دوہرا حصہ دینا غیر معمولی حکمت اور انصاف پر مبنی ہے۔ اسلامی قانون میں بیشتر بلکہ تمام تر مالی ذمہ داریاں مرد پر ڈالی گئی ہیں۔ عورتوں کے مقابلہ میں مردوں کی مالی ذمہ داریاں دوگنی ہی نہیں بلکہ کئی گنی ہیں، لہذا اگر میراث میں مردوں کو دوہرا حصہ دیا گیا ہے تو یہ عین تقاضائے انصاف ہے۔ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے ہمیں مردوں اور عورتوں کی مالی ذمہ داریوں پر نظر ڈال لینی چاہئے۔

لڑکے، لڑکیاں جب تک نابالغ ہیں ان کے تمام اخراجات کی ذمہ داری تنہا باپ پر ہے، ماں پر نہیں۔ باپ ہی ان کے کھانے پینے، رہنے سہنے، پرورش و تعلیم کا بندوبست کرے گا، ان کے تمام مصارف برداشت کرے گا۔

لڑکا جوں ہی بالغ ہوا اس کے اخراجات کی ذمہ داری باپ کے سر سے ختم ہو گئی وہ خود ہی محنت مشقت کر کے کوئی جائز ذریعہ آمدنی پیدا کر کے اپنا خرچ خود اٹھائے، اپنے پیروں پر کھڑا ہو، اب شرعاً اس کے اخراجات کی ذمہ داری باپ پر عائد نہیں ہوتی الا یہ کہ اپاہج، معذور ہو، کمانے کے لائق نہ ہو، اس کے برخلاف لڑکی کے اخراجات کی ذمہ داری اس وقت تک باپ کے سر ہے جب تک اس کا نکاح نہ ہو جائے۔ نکاح کے بعد اس کے

نان ونفقہ اور اخراجات کی ذمہ داری باپ سے ہٹ کر شوہر کے اوپر آ گئی اگر شوہر غریب اور عورت مالدار ہے تو بھی بیوی کے نان ونفقہ کی ذمہ داری شوہر کے سر ہے، شوہر جہاں سے بھی لائے اس کے اخراجات کا بندوبست کرے۔

بالغ ہونے کے بعد نکاح کا مرحلہ آتا ہے، اسلامی تعلیمات کی رو سے اس میں عورت کا کوئی خرچ نہیں بلکہ آمدنی ہی آمدنی ہے۔ مہر کے طور پر عورت کو خطیر رقم ملتی ہے جو اس کا محفوظ سرمایہ بن جاتا ہے۔ نکاح کے موقع پر عورت کو میکے اور سسرال میں جو قیمتی ہدیئے اور تحائف ملے، سامان جہیز ملا وہ عورت کی ملکیت ہے، غرضیکہ نکاح سے عورت کی معقول آمدنی ہوئی۔ اس کے برخلاف نکاح میں مرد کا بہت کچھ خرچ ہوا اور مالی ذمہ داریاں عائد ہوئیں، اس پر مہر لازم ہوا جس کی مقدار اچھی خاصی ہوتی ہے، اپنی بیوی کی رہائش کے لئے مکان لینا پڑا، بیوی کا نان ونفقہ اس کے سر مستقل طور پر آ گیا، اپنی حسب حیثیت دعوت ولیمہ کا اہتمام کرنا ہوا جو سنت ہے۔

پھر شادی کے کچھ عرصہ بعد اولاد کا سلسلہ شروع ہوا تو اولاد کی کھلائی پلائی اور تمام مصارف کا بار تنہا باپ کے سر آیا، غرضیکہ شریعت نے تمام مالی ذمہ داریاں مردوں پر عائد کیں اور عورتوں پر اتنا بار بھی نہیں ڈالا کہ وہ کما کر کم از کم اپنا خرچ پورا کر لیں، زندگی کے کسی مرحلہ میں شریعت عورت پر کمانے کی ذمہ داری عائد نہیں کرتی بلکہ اس کا نان ونفقہ دوسروں پر عائد کرتی ہے۔ شادی سے پہلے باپ، دادا، بھائی وغیرہ اٹھاتے ہیں، شادی کے بعد شوہر پر اس کے اخراجات کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اگر خدانخواستہ شوہر کی وفات یا طلاق کا حادثہ پیش آ گیا تو پھر وہ اپنے باپ بھائی یا لڑکوں کے سایہ میں آ گئی، مرد کی صورت حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ بالغ ہوتے ہی اس پر مالی ذمہ داریوں کا بوجھ

شروع ہوا اور دن بدن بڑھتا ہی چلا گیا، عرت کو مہر، میراث، ہدیئے، تحائف کے نام پر جو مال ملا سرمایۂ محفوظ بن گیا، زندگی میں پیش آنے والے ناگہانی حادثات میں یہ سرمایہ اس کا بڑا سہارا ثابت ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف مرد کو ترکہ میراث میں جو کچھ ملا اور اس نے جو کچھ کمایا سب خرچ ہوتا چلا گیا۔ کیوں کہ اس کے سامنے صرف کی بے شمار مدات ہیں، ان حالات میں اگر شریعت نے میراث میں مردوں کا حصہ عورتوں کے مقابلہ میں دوہرا مقرر کیا تو کیا ظلم کر دیا، اسلام کا یہ فیصلہ تو اس کی حقیقت پسندی، عدل گستری اور حقانیت کی روشن دلیل ہے۔

آخری باتیں

اسلام کا قانون میراث اسلامی شریعت کا اہم ترین حصہ ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ قانون میراث کا بڑا حصہ پوری تفصیل و وضاحت کے ساتھ خود قرآن کریم میں مذکور ہے، اسے بار بار ’’فریضۃ من اللہ‘‘ (اللہ کے مقرر کردہ) کہا گیا ہے ۔لیکن دور حاضر میں مسلمانوں کی اکثریت قانون میراث پر عمل نہیں کر رہی ہے، خصوصاً ہمارے ملک ہندوستان کے مسلمان احکام میراث پر عمل پیرا ہونے میں حد درجہ کوتاہی کر رہے ہیں۔

اکثر گھرانوں میں قانون شرع کے مطابق میراث تقسیم نہیں کی جاتی ، باپ کے انتقال کے بعد اس کا ترکہ وارثین میں تقسیم نہیں کیا جاتا بلکہ مشترک پڑا رہتا ہے۔ بڑا لڑکا یا جو لڑکا بھی گھر کے معاملات پر حاوی ہوجاتا ہے پورے ترکہ کا مالک بن بیٹھتا ہے اور اپنی مرضی کے مطابق اس میں تصرفات کرتا ہے، مشترکہ خاندانی نظام کے رواج نے میراث تقسیم ہونے کا مسئلہ ہی ختم کردیا ہے۔ اس صورت حال میں خاص طور سے نابالغ وارثین کا بڑا نقصان ہوتا ہے۔ ان کے حصے کی نقد جائداد سے بڑے بھائی اپنا کام چلاتے ہیں۔ بسا اوقات پورا ترکہ اسی میں ختم ہوجاتا ہے۔

اسلام کے قانون میراث نے عورتوں کو ان کا حق دلایا، ان کے ساتھ انصاف کیا، لیکن برادران وطن سے متاثر ہوکر ہم مسلمانوں نے پھر عورتوں کو ان کے حقوق میراث سے محروم کردیا، بیٹیاں میراث سے محروم کردی گئیں، سارا ترکہ بیٹوں کی ملک تصور کیا

جانے لگا۔ اگر کوئی بہن میراث کی بات زبان پر لائی تو بھائیوں کی نظر میں قابل نفرت اور خاندان میں نکوّ بن گئی۔ زمین، مکان، جائداد میں خاص طور سے عورتوں کا کوئی حصہ نہیں سمجھا جاتا۔ شوہر کے انتقال کے بعد بیوی کو اس کے ترکہ میں کوئی حصہ نہیں دیا جاتا خصوصاً اس وقت جب شادی زیادہ پرانی نہ ہو یا اس سے اولاد نہ پیدا ہوئی ہو۔ حالاں کہ قرآن کریم نے بیوی کا ترکہ میں چوتھایا آٹھواں حصہ رکھا ہے۔

بعض صوبوں مثلاً یوپی کے قوانین میں لڑکیوں کو زرعی زمینوں میں میراث پانے سے محروم کردیا گیا ہے۔ یہ قانونی ظلم طویل مدت سے چلا آرہا ہے۔ اس ظالمانہ قانون کے خلاف پرزور جدوجہد کی جانی چاہئے، کیوں کہ ہندوستان جیسے زرعی ملک میں زرعی زمینیں ہی سب سے بڑا سرمایہ ہیں۔ زرعی زمینوں میں عورتوں کو حقوق میراث سے محروم کردینا عورتوں کے کم از کم اسی فیصد حقوق میراث کو ہڑپ کرلینا ہے۔ اس ظالمانہ قانون کے ہوتے ہوئے بھی مرد ورثہ کی ذمہ داری ہے کہ زرعی زمینوں میں خواتین ورثہ کو بھی ان کا شرعی حق دیں، ملکی قانون کی آڑ میں مستحق خواتین کو ان کے حصۂ میراث سے محروم کردینا بدترین گناہ اور سنگین ظلم ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام کے قوانین میراث کو جاننے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور میراث کی شرعی تقسیم میں ہمارے سماج میں جو کوتاہیاں ہو رہی ہیں ان کا ازالہ اور سد باب فرمائے۔